صفدر رشید

ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد

مغرب کے اُردو لغت نگار

Safdar Rasheed

National Language Promotion Department, Islamabad

Urdu Lexicographers from West

It seems strange that it is not the local population of a country that first pays heed to lexicography but the 'other' people, because they were bound to prepare lexicons to understand the language and culture of the inhabitants. The same happened in the Sub Continent. In the present article a review of the Urdu lexicographers of the West has been taken and their contribution in this regard has been appreciated.

ہر ذی روح کسی نہ کسی طرح اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتا ہے۔ انسان کے لیے یہ عمل ایک فطری تقاضا ہی نہیں بلکہ سماجی ضرورت بھی ہے۔ زبان انسان کے احساسات و خیالات کی ترجمانی کا سب سے اہم ذریعہ ہے اور زبان کی نشو ونما اور لغت سازی محض ایک علمی ضرورت ہی نہیں بلکہ تہذیبی اور سماجی ضرورت بھی ہے۔ جب کسی زبان میں ایک معقول نثری اور شعری سرمایہ جمع ہو جاتا ہے تو فرہنگوں اور لغات کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

جب دو قوموں کے کسی بھی سطح پر روابط قائم ہوتے ہیں تو تمام شعبہ ہائے زندگی ان تعلقات کے اثرات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور ان تعلقات کے اثرات زبان پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ثبت ہو جاتے ہیں۔ اہلِ یورپ کو ہندوستان میں قواعد اور لغت سازی کے میدان میں کافی دقت ہوئی، لامحالہ اُنہوں نے اس کی طرف بھرپور توجہ دی۔ انگریز جب ہندوتان آیا تو اسے بہت جلد احساس ہو گیا کہ طویل اقتدار کے لیے مقامی لوگوں کی زبان اور ثقافت کی تفہیم ناگزیر ہے۔ اس طرح سیاسی اور انتظامی کنٹرول کے لیے اردو/ ہندوستانی کا انتخاب کیا گیا کیونکہ یہی مقبول عام زبان بن رہی تھی۔ سوال یہ ہے کہ آخر ہمارے بزرگوں نے اپنی زبانوں کے قواعد اور لغت سازی پر توجہ کیوں نہیں دی اور اہلِ یورپ کو یہ بیڑا کیوں اٹھانا پڑا۔ اس ضمن میں محمد اکرام چغتائی لکھتے ہیں:

> اگر ہم دنیا کی مختلف زبانوں پر نظر ڈالیں تو ایک انوکھی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ ان زبانوں کی صَرف و نحو یا لغات مرتب کرنے کا بیشتر کام کسی دوسری قوم کے ہاتھوں شروع ہو کر پایہ تکمیل کو پہنچا، کیونکہ کسی زبان کی

مبادیات یا اساسی ڈھانچے کو جاننے کی ضرورت اس زبان کے بولنے والوں کونہیں بلکہ غیر اہل زبان کو پیش آتی ہے۔۔۔اور یوں اردو قواعد نویسی اور لغت نگاری کا باقاعدہ آغاز ہوا۔(۱)

اس لیے جب گل کرسٹ نے ہندوستانی میں کسی لغت کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا کہ کیا کسی کو اپنی زبان بھی سیکھنے کی ضرورت ہے۔گل کرسٹ سے پہلے چند لوگ اس میدان میں اتر چکے تھے اور انہوں نے اپنے طور پر تھوڑا بہت کام کیا تھا۔لیکن گل کرسٹ اتنا اہم نام ہے کہ ہم اس ضمن میں دو ادوار بنا سکتے ہیں: قبل از گل کرسٹ اور بعد از گل کرسٹ۔گل کرسٹ نے سمت بندی کر دی اور اس کے بعد ایک سے بڑھ کر ایک آدمی اس میدان میں اترا۔ذیل میں مغرب کے اردو لغت نگاروں اور ان کے کام کا مختصر تعارف اور جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

جیرونیموم خاویر (Jernime Xavier)

مستشرقین کی ابتدائی فرہنگوں کے بارے میں اب تک سب کا اس پر اتفاق تھا کہ پہلی فرہنگ کورج کی ہے۔مگر نذیر آزاد لکھتے ہیں کہ پہلا مؤلف جیرونیوم خاویر ہے جس نے ۱۵۹۹ء میں ایک لغت مرتب کی تھی:

> لیکن زمانۂ حال کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اس [کورج کی فرہنگ] سے بھی قدیم ایک لغت لکھی گئی جو کہ اب تک محفوظ ہے۔یہ لغت ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے ایک مستشرق شاگرد نے دریافت کی ہے۔یہ ۱۵۹۹ء کی تالیف ہے اور اس کے مؤلف کا نام جیرونیموم خاویر (J ernime Xavier) [کذا] ہے جو کہ جہانگیر کے دربار میں بھی حاضر ہوا تھا۔یہ لغت ہندوستانی (اردو/ہندی) فارسی اور پرتگالی میں ہے اور اس کا عنوان ہے، "Vocabularium Hindustani Persisch Portugiesisch" یا "Portugalico-Hindustano Persicum" ہے۔اس لغت کا ایک قلمی نسخہ لندن کے کنگز کالج کے کتب خانے میں ہے۔اس کی مائیکرو فلم ڈاکٹر جان جوزف نے حاصل کی ہے اور وہ اسے مرتب کر کے شائع کر رہے ہیں۔اس طرح یہ اردو کی قدیم ترین سہ لسانی لغت ہوگی۔(۲)

مسٹر کورج (Quaritch)

گریرسن نے ''لنگوسٹک سروے آف انڈیا'' کی جلد نہم میں ہندوستانی زبان کے لغات و قواعد کا جائزہ لیا ہے۔سب سے پہلی لغت کے متعلق گریرسن مسٹر کورج کی اورینٹل کیٹلاگ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کے پاس ایک قلمی مسودہ تھا جو فارسی، ہندوستانی، انگریزی اور پرتگالی الفاکے لغات پر مشتمل تھا اور جس کی ظ تالیف ۱۶۳۰ء میں سورت انگریزی کارخانے میں ہوئی تھی۔فارسی الفاظ اپنے اصل خط اور رومن حروف میں تھے، ہندوستانی الفاظ کے لیے رومن اور گجراتی رسم خط استعمال کیا گیا تھا، تاہم گریرسن کو وہ کیٹلاگ نہ مل سکی۔

فرانسسکو ماریا

انکتیل دوپروں

آغا افتخار حسین فرانس کے ببلیوتک ناسیونال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے مشرقی زبانوں کے شعبے میں اُنہیں ایک لغت ملی۔یہ لغت چار زبانوں لاطینی، ہندی، فرانسیسی اور اردو میں لکھی گئی تھی۔اس لغت کی دریافت کا سہرا ابراہم ہائی سنت

انکتیل دوپروں کے سر ہے۔ انکتیل کے بارے میں ڈاکٹر درانی لکھتے ہیں کہ اُس نے اپنی کتاب ''ہندوستان پر تاریخی اور جغرافیائی تحقیق'' میں ہندوستانی زبانوں پر پہلی مرتبہ خالص لسانیاتی نقطۂ نظر سے قلم اٹھایا۔ وہ لکھتا ہے کہ سنسکرت ایک اہم زبان ہے لیکن یہ اب مر چکی ہے۔ اور ہندوستانی واحد زبان ہے جو شمالی ہند سے خلیج بنگال تک اور پورے جنوبی ہندوستان میں بولی جاتی ہے اور یہ ناگری اور فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ حالانکہ اُس کے دور میں فارسی کا عروج تھا لیکن اُس کی دور بین نگاہیں اُردو کے تابناک مستقبل کو پہچان رہی تھیں۔

فرانسسکو ماریا کی لغت کے پیرس میں آنے کی داستان دل چسپ ہے۔ مخطوطے کے شروع میں ایک نوٹ ہے جس پر پیرس، ۱۰/مارچ ۱۷۸۴ء درج ہے۔ اس نوٹ کا خلاصہ آغا صاحب کے الفاظ میں اس طرح ہے:

> ۱۷۵۸ء میں مَیں سورت میں تھا اور پہلوی زند کتابوں کا ترجمہ کر رہا تھا۔ مقامی پارسی عالموں سے بات چیت کرنے کے لیے جدید فارسی زبان استعمال کرتا تھا لیکن روزمرہ کی گفتگو کے لیے اور سورت اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں مثلاً کارومنڈل، مالابار، بنگال وغیرہ میں سیر و سیاحت کے لیے مور (Maure) یا ہندوستانی زبان بولنا پڑتی تھی۔
>
> میں نے سورت میں ایک کاپوچین مشنری کے ہاں ایک پرانا لیکن نہایت بیش قیمت مخطوطہ دیکھا۔ یہ ایک ''مور۔ فرانسیسی'' لغت تھی۔ میرا ارادہ تھا کہ اس کی نقل کرلوں لیکن میری علالت، مصروفیات اور سورت میں بعض دیگر پریشانیوں کی وجہ سے میں یہ کام نہ کرسکا۔۔۔ میں نے ایک کتاب (Alphabetum Brahmanicum) دیکھی جو ۱۷۷۱ء میں روم سے شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے دیباچے میں لکھا تھا کہ روم کے صیغۂ تبلیغ واشاعت کے کتب خانے میں ہندوستانی زبان کی لغت کا ایک نسخہ موجود ہے جو سورت میں ایک مشنری نے لکھا تھا۔ اس نسخے کے بارے میں جو تفصیل تحریر کی گئی تھی اس سے مجھے شبہ ہوا کہ غالباً یہ وہی مخطوطہ یا اس کی نقل تھی جو میں نے سورت میں دیکھا تھا۔
>
> پاپائے روم نے مربیانہ مدد فرمائی اور ۱۴/اکتوبر ۱۷۸۳ء کو یہ مخطوطہ ملا۔۔۔ اور میں نے اس پورے مخطوطے موسومہ ''ہندوستانی زبانوں کا خزانہ'' کو نقل کرلیا۔ اور یہ احتیاط برتی کہ اصل و نقل میں ایک نقطے کا بھی فرق نہ رہے۔۔۔ یہ کتاب اس لغت کی بنیاد ہوگی جو میں لاطینی، فرانسیسی، مور، فارسی، فرانسیسی اور لاطینی میں مرتب کررہا ہوں۔ (۳)

افسوس کہ انکتیل دوپروں اپنے ارادے کی تکمیل نہ کرسکا اور ۱۸۰۵ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔

ہیڈلے

قواعد نویسی کا بڑا ماہر جسے کیٹلر اور شلز سے بھی زیادہ شہرت حاصل ہوئی ہیڈلے تھا۔ اس سے برطانوی مستشرقین کے اس سلسلے کا آغاز ہوتا ہے جنھوں نے اردو زبان وادب میں دوسری اقوام سے کہیں زیادہ علمی سرمایہ چھوڑا ہے۔ ہیڈلے کو بجا طور پر برطانوی مستشرقین کا باوا آدم قرار دیا جاتا ہے۔ اس نے سنجیدہ علمی تحقیق کی جو داغ بیل ڈالی وہ آئندہ آنے والوں کے لیے رہنمائی کا باعث ہوئی۔

اس نے ۱۷۶۵ء میں ہندوستانی زبان کی صَرف ونحو پر ایک رسالہ لکھا۔ یہ رسالہ بہت مقبول ہوا۔ ہیڈلے کے حالات زندگی کے بارے میں صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ ۱۷۶۳ء میں وہ بنگال آرمی میں داخل ہوا۔ ۱۷۶۶ء میں وہ کپتان ہوگیا۔ ۲ نومبر ۱۷۷۱ء کو اس نے ملازمت سے سبکدوشی کے لیے درخواست دے دی۔

گل کرسٹ کی لغت کی اشاعت (۱۷۹۰ء) کے بعد ہیڈلے کی لغت کا جو ایڈیشن ۱۷۹۷ء میں شائع ہوا تھا، اس میں ہیڈلے نے اس کے لغت سے کچھ الفاظ اور ان کے معنی ''چرا کر'' شامل کر لیے تھے اور صرف دو جگہ گل کرسٹ کے لغت کا حوالہ دیا تھا۔ یقیناً یہ بیان صحیح ہوگا اور ہیڈلے نے گل کرسٹ کے لغت سے استفادہ کیا ہوگا۔ لیکن اس بات پر گل کرسٹ نے اپنا ردِعمل جس طرح ظاہر کیا وہ کسی طرح بھی اس کے شایانِ شان نہیں تھا۔

مرزا محمد فطرت لکھنوی

ہیڈلے کے لغت کا جو ایڈیشن اس کی وفات کے بعد ۱۸۰۲ء شائع ہوا تھا، وہ اس لحاظ سے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ ایک ہندوستانی مرزا محمد فطرت لکھنوی نے اس کی نہ صرف تصحیح بلکہ اس میں اضافہ بھی کیا تھا۔ ہیڈلے کی طرح مرزا فطرت لکھنوی کے حالات کے بارے میں کوئی خاص معلومات دستیاب نہیں۔

اوساں (Aussant)

ڈاکٹر آغا افتخار حسین لکھتے ہیں کہ ببلیوتک ناسیونال میں انہوں نے اردو مخطوطات میں ایک فرانسیسی--اردو ڈکشنری دیکھی جسے بنگال کے شاہی مترجم اوساں (Aussant) نے ۱۷۸۴ء میں مرتب کیا تھا۔

اس ڈکشنری کے شروع میں ایک طویل نوٹ ہے جس میں اوساں نے اردو زبان کے ان مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے جو کہتے تھے کہ اردو زبان اس قابل نہیں کہ اس کی قواعد وغیرہ بنائی جاسکے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اٹھارویں صدی میں جبکہ خود اُردو زبان نے ابھی پختگی حاصل نہیں کی تھی اوساں اُردو کے بارے میں اپنے خیالات میں کس قدر واضح تھا۔ آغا صاحب نے اوساں کے نوٹ کا خلاصہ اس طرح کیا ہے:

> گرامر کے بغیر کسی زبان کو سیکھنے کی کوشش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص موسیقی کے اصول سے واقف ہوئے بغیر کوئی ساز بجانا شروع کردے...... اردو زبان پر جو اعتراضات کیے جارہے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس زبان میں قواعد کے اصول متعین کیے جانے کی صلاحیت نہیں ہے اور یہ کہ اردو زبان فارسی زبان سے اس قدر منسلک ہے کہ اسے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اردو زبان میں قواعد کے اصول متعین کیے جانے کی پوری پوری صلاحیت ہے، اور اگر کوئی شخص اردو اور فارسی کی زبانیں سیکھنا چاہے تو بہتر ہوگا کہ وہ اردو قواعد سے ابتدا کرے۔ اس اعتراض میں بھی کوئی جان نہیں کہ اردو میں فارسی کے الفاظ کی بہتات ہے اس لیے اردو سیکھنے کی ضرورت نہیں، صرف فارسی کافی ہے۔ انگریزی زبان میں یونانی الاصل الفاظ کی بہتات ہے لیکن اس کے باوجود انگریزی زبان پر یہ اعتراض نہیں کیا جاتا اور یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ جو فارسی الفاظ اردو میں آگئے ہیں وہ زیادہ تر اردو قواعد کے اصولوں کے لحاظ سے استعمال ہوتے ہیں نہ کہ فارسی قواعد کے اصولوں کے لحاظ سے۔ (۴)

ہنری ہیرس (Henry Harris)

ہنری ہیرس کی "A Dictionary of English and Hindustani" جو ۱۷۹۰ء میں شائع ہوئی کو اردو کا پہلا مکمل لغت کہا گیا ہے۔ یہ ایک جامع حوالہ جاتی کتاب ہے۔ اس لغت سے پتہ چلتا ہے کہ مرتب کو ہندوستانی زبان سے کافی شناسائی تھی۔ گل کرسٹ نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ اس نے اس لغت سے کچھ منتخب الفاظ اخذ کر کے اپنے ضمیمے میں شامل کیے ہیں۔ اس لغت میں دکنی الفاظ خاص طور پر شامل کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر عطش درانی اس لغت کی خصوصیات کے بارے میں لکھتے ہیں:

> اس لغت کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تدوین کے اس وقت کے جدید ترین معیار کو سامنے رکھا گیا ہے۔ صفحات کے نمبر نہیں کیے گئے البتہ ہر صفحہ دو کالموں پر منقسم ہے اور ان کالموں کے نمبر کیے گئے ہیں۔ کتاب ۲۰۵۲ کالموں یعنی ۱۰۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ اشاریہ کے ۱۵۸ صفحات بھی ہیں۔ کتاب کے آخر میں اغلاط نامہ درج کیا گیا ہے۔ الفاظ لکھنے سے پہلے ان کے ماخذ (زبان) کو درج کر دیا گیا ہے اور معانی بتانے سے پیشتر بتایا گیا ہے کہ یہ کس لفظ سے مشتق ہے اور اس کا تلفظ کیا ہے۔ اگر سنسکرت کا لفظ ہے تو دیوناگری رسم الخط میں اسے تحریر کیا گیا ہے۔ زیادہ تر ہندی، سنسکرت، عربی، فارسی، ترکی، یونانی اور انگریزی ماخذوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ دیگر خصوصیات جدید لغات کی ہیں مثلاً تذکیر و تانیث، واحد جمع وغیرہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ (۵)

ہیرس کی کتاب کا نام ''ہندوستانی زبان کا تجزیہ اور اس کے قواعد و لغت'' (Analysis, Grammar, and Dictionary of the Hindustany Language) ہے۔ لگتا ہے کہ جارج ہیرس انگلستان میں لغت سازی کے میدان میں ہونے والی پیش رفت سے پوری طرح آگاہ تھا۔

ڈاکٹر جان گل کرسٹ

اٹھارویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے شروع میں جن لوگوں نے ہماری ادبی و لسانی تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اُن میں گل کرسٹ کا نام سر فہرست ہے۔ اس نے ہماری زبان کے قواعد و لغت کو وسیع پیمانے پر مدوّن کرنے کی اہم خدمات انجام دیں اس کے علاوہ اردو اور ہندی کی جو کتابیں گل کرسٹ کی نگرانی میں فورٹ ولیم کالج میں تصنیف یا تالیف کی گئیں، ان کتابوں سے ہندوستانی نثر میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ خود گل کرسٹ کا کام معیار اور مقدار کے لحاظ سے اتنا وقیع ہے جو کسی بھی مصنف کے لیے قابلِ فخر بات ہے۔ گل کرسٹ کی اہمیت کے پیشِ نظر اُسے قدرے تفصیل سے پیش کیا جا رہا ہے۔ گل کرسٹ کے سلسلے میں زیادہ تر عتیق صدیقی پر انحصار کیا گیا ہے۔

ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہاں کی بولیوں اور زبانوں کی لطافت اور ان کی وسعت نے گل کرسٹ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی کتاب ''ضمیمہ'' (Appendix) میں لکھتا ہے کہ:

> ۱۷۸۲ء میں بمبئی وارد ہوتے ہی میں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ہندوستان میں میرا قیام خواہ اس کی نوعیت جو بھی ہو، اس وقت تک نہ تو میرے ہی لیے خوش گوار ہو سکتا ہے اور نہ میرے آقاؤں ہی کے حق میں مفید ثابت

ہوسکتا ہے، جب تک کہ اس ملکی مروجہ زبان میں پوری دست گاہ میں نہ حاصل کرلوں، جہاں عارضی طور پر مجھے قیام کرنا ہے۔ چنانچہ اس زبان کو جسے اس زمانے میں مورس (Moors) کہتے تھے، سیکھنے کے لیے میں جم کر بیٹھ گیا۔ میری اس نئی تعلیم کے سلسلے میں لوگوں نے ہیڈلے کی اس تالیف کی طرف رجوع کرنے کا مجھے مشورہ دیا جو اس زبان کی مبادیات پر اس نے لکھی تھی۔ ایک دو ہفتوں کے بعد مجھے ایک منشی مل گیا جس نے اصرار کیا کہ ہیڈلے سے میں نے جو کچھ سیکھا تھا۔ اسے سرے سے بھلا دوں۔ کچھ دنوں تک اپنے طور پر کوشش کرنے کے بعد مجھے توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ اسی بحرانی دور میں خوش قسمتی سے اپنے دوست کپتان جان ریٹ رے (John Rattray) سے سوداؔ کا کلیات مجھے مل گیا۔(۶)

گل کرسٹ نے قیام فتح گڑھ کے زمانے میں ہندوستانی زبان پر کافی دسترس حاصل کرلی تھی اور وہ اس قابل ہوگیا تھا کہ اس زبان کے قواعد و لغت ترتیب دے سکیں۔ ایک سال کی چھٹی لے کر، گل کرسٹ شمالی ہند میں ہندوستانی زبان کے مشہور مراکز کی سیاحت کو نکل کھڑا ہوا۔ فیض آباد میں گل کرسٹ نے ہندوستانیوں کی معاشرت اختیار کرلی تھیں، ہندوستانی لباس کے ساتھ ساتھ اس نے داڑھی بھی بڑھالی تھی۔ فیض آباد میں ہی گل کرسٹ کو اپنے کام کی وسعت اور راہ میں مشکلات کا اندازہ ہوا، یہیں انھوں نے ہندوستانی زبان کے قواعد و لغت کے متعلق کتابوں کو معلوم کیا تو لوگ حیرت سے ان کا منہ تکنے لگے اور جواب دیا کہ بھلا آج تک کہیں بھی کسی قواعد و لغت کی مدد سے اپنی زبان سیکھی ہے۔ گل کرسٹ کے اصرار پر لوگوں نے یاد کر کے خالق باری کو ان کے سامنے پیش کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس وقت تک اہل زبان میں سے کسی نے اس زبان کے قواعد مرتب نہیں کیے تھے۔

سورت سے فتح گڑھ تک کے سفر میں گل کرسٹ کو ہندوستانی زبان کی ہمہ گیری کا ثبوت ملا اور انھوں نے اس زبان پر کتاب لکھنے کی تجویز پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا۔ گل کرسٹ خود لکھتا ہے کہ جس گاؤں اور شہر سے اس کا گزر ہوا، وہاں اس زبان کی مقبولیت تھی جو وہ سیکھ رہا تھا۔ وہاں اسے بہت سی ایسی شہادتیں ملیں جن سے اس کے شوق میں اضافہ ہوا۔

<u>لغت اور قواعد کا ضمیمہ</u>: ہندوستانی زبان کے قواعد کی اشاعت کے دو سال بعد ۱۷۹۸ء میں گل کرسٹ کی تیسری کتاب ضمیمہ (Appendix) کے نام سے شائع ہوئی، جو قواعد و لغت کے مقدمے اور ضمیمے پر مشتمل تھی، اور گل کرسٹ کے ہندوستانی لسانیات کے سلسلے کی آخری کتاب تھی۔

<u>مشرقی زبان داں</u>: ۱۷۹۸ء میں ضمیمہ کی اشاعت کے ساتھ ساتھ گل کرسٹ نے ایک اور کتاب ''مشرقی زبان داں'' (Oriental Linguist) شائع کی۔ اس کے سرورق کے مطابق یہ کتاب ''ہندوستان کی مقبول عام زبان کا سیدھا سادھا اور عام فہم دیباچہ'' تھا جس میں ہندوستانی زبان کے قواعد انگریزی ہندوستانی اور ہندوستانی انگریزی لغت کے ساتھ ساتھ عام فہم اور مفید مکالمات قصے، نظمیں اور فوجی آئین کے کچھ حصوں کا ترجمہ بھی شامل کیا گیا تھا۔

<u>انگریزی ہندوستانی لغت</u>: ہندوستانی لسانیات پر کام کرنے کا جو وسیع خاکہ اس کے ذہن میں تھا، اس سلسلے کی پہلی کڑی اس کا انگریزی ہندوستانی لغت تھا، جس کا پہلا حصہ ۱۷۸۶ء میں اور دوسرا ۱۷۹۰ء میں کلکتے سے شائع ہوا۔

اس لغت کا ایک قابلِ ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں انگریزی الفاظ کے معنی اردو رسم الخط میں درج کیے گئے ہیں۔ اس

معاملے میں گریرسن کو غلط فہمی ہوئی ہے اور اس نے لکھا ہے کہ معنی رومن رسم الخط میں لکھے گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ گریرسن نے وہ ایڈیشن دیکھا ہو جس میں معنی اردو کے بجائے رومن رسم الخط میں لکھے گئے تھے۔

گل کرسٹ کے لغت کا مکمل ایڈیشن ۱۸۱۰ء میں اس کے وطن ایڈن برا سے شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کے سرورق پر گل کرسٹ کے ساتھ ساتھ تھامس روبک کا نام بھی نظر آتا ہے، جس نے اس ایڈیشن کی ترتیب میں گل کرسٹ کا ہاتھ بٹایا تھا۔ گل کرسٹ نے ہندوستانی لغت کا بھی ذکر کیا ہے، جو اس کے ہندوستانی لسانیات کے سلسلے کی دوسری کڑی تھی۔

اس لغت کے نئے ایڈیشن کے ساتھ گل کرسٹ نے ہندوستانی زبان کے قواعد پر چونسٹھ صفحات پر مبنی ایک جامع مقدمہ بھی شامل کیا تھا اور لغت کا حصہ تہتر صفحات پر مشتمل تھا۔ انگریزی الفاظ کے ہندوستانی معنی، رومن رسم خط میں لکھے گئے تھے۔ نیز انگریزی کے معنی انگریزی میں بھی درج کیے گئے تھے، مثلاً پہلے دو لفظوں کے معنی اسی طرح درج کیے گئے ہیں:

Abaft, pichhwara(پچھواڑا) Behind, rear.

Abondon, Chhorna (چھوڑنا) turk-k(ترک کرنا) to desert

عتیق صدیقی لغت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ہندوستانی رسم خط اس کتاب میں کسی جگہ استعمال نہیں کیا تھا، اگرچہ اس وقت انگلستان میں فارسی اور دیوناگری رسم خطوں کے ٹائپ کا استعمال شروع ہو چکا تھا۔ الفاظ کے معنیٰ سمجھانے کے لیے اردو اور ہندی اشعار بھی رومن میں درج کیے گئے تھے۔ (۷)

اردو الفاظ کی اصل کی طرف ابتدائی حروف ع، ف، یا/ہ، سے نشان دہی کی گئی ہے۔ اردو مترادفات کے ساتھ انگریزی مترادفات بھی شامل کر دیے گئے ہیں، جس کی وجہ سے اسے انگریزی، ہندوستانی۔ انگریزی لغت، کہا جا سکتا ہے۔ اصلاح و ترمیم اور اضافے کے بعد یہ لغت ''ہندوستانی فلولوجی'' کے نام سے دوسری بار ۱۸۱۰ء میں ایڈنبرا سے اور تیسری بار ۱۸۲۵ء میں لندن سے شائع ہوئی۔

خلیل صدیقی ''لِسانی مباحث'' میں شکایت کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اردو متبادل اکٹھے کرنے کے رجحان نے بھی لغت کی صحت کو نقصان پہنچایا ہے۔ بعض غیر معقول اردو متبادل بھی جمع کر دیے ہیں۔ کہیں کہیں معنی اور لفظ کی اصل کے تعین سے متعلق قیاس سے کام لیتا ہے مثلاً اس نے ''مون سون'' کو ''موسم'' کی بگڑی ہوئی شکل کہا ہے۔ اسی طرح "Masoleum" کے ضمن میں نور جہاں کو شاہ جہاں کی بیوی بنا کر دونوں کو تاج محل میں مدفون کیا ہے۔

اہلِ یورپ کی اُردو خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ اُن کے درپردہ عزائم کیا تھے۔ اور وہ عزائم کسی سے ڈھکے چُھپے ہوئے بھی نہیں۔ تاہم غلام عباس نے اپنے مضمون ''گلکرسٹ کی عجیب لغت نگاری'' اور ڈاکٹر مسعود ہاشمی نے ''اُردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ'' میں گل کرسٹ کی سامراجی سوچ کی نشان دہی کی ہے جسے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس سے گل کرسٹ کے ادبی و لسانی مقام میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اہلِ زبان و ادب اُسے اپنا مربی تسلیم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر مسعود ہاشمی رقمطراز ہیں:

> ۔۔۔ بعض الفاظ کی دلچسپ تشریحات سے اس کی کچھ بوالعجبیاں بھی سامنے آتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

مؤلف لغت ہندوستانیوں اور انگریزوں کو دو مختلف خانوں میں رکھ کر قدم قدم پر انگریزوں کو خبردار بھی کرتا جاتا ہے کہ وہ ہندوستانی الفاظ کے استعمال میں احتیاط سے کام لیں ورنہ وہ بھی ہندوستانیوں کی ابلہ فریبیوں کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لحاظ سے اس لغت کو اگر ''ہدایت نامۂ افرنگ'' کہا جائے تو نادرست نہ ہوگا۔ مثال کے طور پر لفظ ''Mistress'' کے اردو میں معنی صاحبہ، خاتون، بوانی، بی بی، دینے کے بعد لفظ ''بی بی'' کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ جتنا غلط استعمال اس لفظ کا ہوتا ہے شاید ہی کسی اور لفظ کا ہوتا ہو، یعنی جب ٹکے ٹکے کے آدمی ہمارے سامنے اپنی جورو کا ذکر کرتے ہیں تو اس کے لیے ''بی بی'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور ہماری صبر آزمائی کی انتہا یہ ہے کہ ہم اس لغویت کو برداشت کرتے ہیں بلکہ خود اس کے مضحک تماشے کو ہوا دیتے ہیں۔ خود ہی ''سائیس کی بی بی'' اور ''مشعلچی کی بی بی'' استعمال کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ بادشاہ سے لے کر موچی کی جورو تک سب کی سب بیبیوں کا درجہ رکھتی ہیں۔ پھر اس لفظ کے تحت ''بی بی صاحب'' کا ترجمہ انگریزی میں، لیڈی لارڈ'' دے کر یہ لکھا گیا ہے کہ یہ کس قدر مہمل اور بھونڈا اسلوب بیان ہے۔ (۸)

مگر حقیقت یہ ہے کہ ان سب اعتراضات کے باوجود گل کرسٹ کی لغت اس قدر اہم ہے کہ بعد کے تمام یورپی لغت نویسوں نے اس کی پیروی کی۔ اُس نے صرف معیاری زبان تک ہی خود کو محدود نہیں رکھا بلکہ عام اور غیر معیاری زبان کو بھی مدِ نظر رکھا۔ زیادہ سے زیادہ معنی فراہم کیے۔ الفاظ کی وضاحت کے لیے فقرے، کہاوتیں اور اساتذہ کے اشعار پیش کیے۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لغت اپنے میدان میں روشنی کا مینارہ ثابت ہوئی۔

ولیم ہنٹر

فورٹ ولیم کالج میں گل کرسٹ کے بعد سب سے زیادہ مشہور آدمی ولیم ہنٹر ہے۔ اس نے ۱۸۰۸ء میں ہندوستانی۔انگریزی لغت لکھی اور فارسی اور اردو کے ضرب الامثال کا مجموعہ بھی ترتیب دیا۔ تعلیم مارشل کالج اور Aberdeen یونیورسٹی میں حاصل کی۔ ۱۷۸۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت کے سلسلے میں ہندوستان آیا اور آگرہ ریذیڈنسی کے سرجن رہا۔ فورٹ ولیم کالج میں فارسی اور ہندوستانی کے ممتحن اور سیکرٹری رہے۔

جان شیکسپیئر

اس کی لغت کی محض تاریخی اہمیت ہی نہیں بلکہ اس کی عملی افادیت کسی طرح بھی دوسری لغات سے کم نہیں۔ اردو کی تمام لغات بالواسطہ یا بلاواسطہ شیکسپیئر کی لغت سے متاثر ہوئی ہیں۔ ''کتبِ لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ'' جلد سوم میں وارث سرہندی نے جان شیکسپیئر کی لغت کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ اس جائزے کا ابتدائی حصہ ذیل میں پیش ہے:

جان شیکسپیئر کی اس لغت کی بنیاد کیپٹن جوزف کی تالیف A Dictionary,Hindoostani and English (ہندوستانی اور انگریزی لغت) ہے، جو اس نے اپنے ذاتی استعمال کے لیے مرتب کی تھی۔ اس کو بعد میں فورٹ ولیم کالج کے مقامی فضلاء کی مدد سے نظر ثانی کے بعد ڈبلیو ہنٹر نے طباعت کے لیے تیار کیا، جو پہلی بار ۱۸۰۸ء میں کلکتے سے شائع ہوئی۔ مؤلفین کی وفات کے بعد جب یہ لغت نایاب ہو گئی تو کیپٹن ٹیلر اور ڈاکٹر ہنٹر کے مسودے پر مبنی اس کی پہلی طباعت ۱۸۱۸ء میں لندن میں منظر پر آئی۔

اگر چہ اس کا بنیادی مواد وہی تھا، جو کیپٹن جوزف ٹیلر اور ڈاکٹر ہنٹر نے جمع کیا تھا، مگر بعد میں ضروری ترمیم واضافہ بلکہ قطع وبرید کے بعد از سرِ نو مرتب کر کے اسے ۱۸۳۰ء میں شائع کیا گیا۔ لغت کی چند اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں:

۱۔ اگر چہ ہر لفظ کی سند پیش کرنے کا التزام نہیں کیا گیا، کیونکہ اس صورت میں ضخامت بہت بڑھ جاتی ہے، لیکن الفاظ کی صحت کا خیال رکھا گیا ہے۔ تلفظ کے سلسلے میں فیلن کی لغت سے اس کا معیار کہیں بلند تر ہے۔

۲۔ ہر لفظ کے صحیح ماخذ کی تلاش کی پوری کوشش کی گئی ہے اور اس کا نتیجہ ہے کہ بیش تر مآخذ صحیح درج ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر ایس۔ ڈبلیو فیلن نے عربی اور فارسی الفاظ کے مآخذ کی تلاش میں جا بجا ٹھوکریں کھائی ہیں۔ مگر شیکسپیئر نے اس بات میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے اور بالخصوص عربی اور فارسی الفاظ کے مآخذ بڑی حد تک درست درج کیے ہیں۔

۳۔ عموماً کتبِ لغت میں اعلام کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے مگر اس لغت میں اعلام کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہے۔ جس سے اس لغت کی افادیت میں بلا شبہ اضافہ ہوا۔

۴۔ دکنی الفاظ یا اردو الفاظ کے دکنی لہجے کو خاص طور پر شامل کیا، جس سے اردو کی تدریجی ترقی کے مطالعے میں بہت مدد مل سکتی ہے۔

کپتان ٹامس روبک

۱۸۰۱ء کے اوائل میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم ہو کر ہندوستان آیا۔ روبک گل کرسٹ کے معاونین میں سے تھا۔ پہلے فوج میں لیفٹیننٹ اور پھر کپتان کے عہدے پر فائز ہوا۔ اس کو اردو زبان اور اس کے ادب سے خاص شغف تھا۔ ڈاکٹر آغا افتخار حسین کے مطابق روبک ۱۸۰۵ء میں خرابیِ صحت کی بنا پر واپس انگلستان چلا گیا تھا وہاں جان گل کرسٹ کے ساتھ انگریزی ہندوستانی لغت کی تدوین میں مصروف رہا۔ ۱۸۱۰ء میں واپسی پر اسمائے بحر کے متعلق لغت جہاز رانی ۱۸۱۱ء میں شائع کی۔ اس میں بحریہ اور جہاز رانی کی تمام اصطلاحیں اور الفاظ انگریزی اردو میں جمع کیے گئے ہیں۔ یہ لغت رومن رسم الخط میں لکھی گئی۔ ڈاکٹر عطش درانی کے بقول اس کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

ڈنکن فوربز

ڈنکن فوربز اور ڈاکٹر فیلن اُن انگریزوں میں بہت ممتاز ہیں جنہوں نے اردو لغت نویسی میں قابلِ قدر کام انجام دیا۔ ۱۸۴۶ء میں انہوں نے ہندوستانی قواعد پر کتاب شائع کی جس میں اردو سے انگریزی لغت بھی شامل ہے۔ پروفیسر ایس کے حسینی کے بقول اس لغت میں علمی بول چال اور گنوار بولی کے الفاظ بھی شامل ہیں جو یقیناً ایک صحت مند اقدام تھا۔ اس میں دکنی الفاظ کا کافی ذخیرہ بھی ملتا ہے۔ اس نے لفظ کے معنی لکھتے وقت ادیبوں اور شاعروں کے اشعار سے سند پیش نہیں کی۔

مقتدرہ قومی زبان سے شائع ہونے والے سلسلے ''کتبِ لغت کا تحقیقی ولسانی جائزہ'' کی جلد ہفتم میں وارث سرہندی نے اس لغت کا جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے اس لغت کے صرف پہلے حصے (اردو، انگریزی) کا جائزہ لیا ہے۔ ذیل میں 'ڈنکن فوربس کے لغت کا اجمالی تعارف'' پیش کیا جا رہا ہے:

> ڈنکس فوربس کی یہ ڈکشنری دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ اردو، انگریزی اور دوسرا انگریزی، اردو لغت پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اپنے اس لغت کی بنیاد ولیم ہنٹر کے ہندوستانی انگریزی لغت کو بنایا، مگر محض اس پر

انحصار نہیں کیا بلکہ اردو اور فارسی کی اعلیٰ ادبی کتابوں میں استعمال ہونے والے الفاظ کے ساتھ ساتھ روزمرہ گفتگو کے الفاظ بھی زیادہ سے زیادہ اس لغت میں شامل کیے۔ جو الفاظ عموماً استعمال نہیں ہوتے، ان کو شامل نہیں کیا۔ ضرب الامثال کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی، اس لیے اس میں بہت کم ضرب الامثال نظر آتی ہیں۔ مستشرقین کی مرتب کردہ کتبِ لغت میں ضرب الامثال کا تناسب بالعموم کم ہی نظر آتا ہے۔ البتہ ڈاکٹر فیلن کا لغت اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس میں ضرب الامثال کی اچھی خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔

فارسی الفاظ کی معقول تعداد شامل لغت کی گئی ہے خصوصاً شیخ سعدی کی گلستان اور بوستان میں استعمال ہونے والے الفاظ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ صرف بنیادی الفاظ کو اردو رسم الخط میں درج کیا ہے۔ مرکبات اور محاورات کو رومن رسم الخط میں درج کیا ہے۔ اس کی وجہ ضخامت کو ایک حد کے اندر رکھنا معلوم ہوتا ہے۔ بعد میں یہی انداز دوسرے مستشرقین مثلاً فیلن اور پلیٹس نے اپنے لغات کی ترتیب میں اپنایا۔ (۹)

ولیم ییٹس

۱۷۹۲ء میں انگلستان میں پیدا ہوا۔ وہ تبلیغی کام کے سلسلے میں ۱۸۱۵ء میں برصغیر آیا اور طویل عرصہ بنگال میں گزارا۔ برصغیر قیام کے دوران اس نے سنسکرت، بنگالی، ہندی اور اردو زبانیں سیکھیں۔ اس نے سکول کے بچوں کو پڑھانے کے لیے The Pleasing Instructor کا اردو ترجمہ کیا جو کلکتہ سکول بک سوسائٹی نے ۱۸۳۸ء میں شائع کیا۔ اس کی دو اہم تصانیف یہ ہیں:

1: Introduction to Hindustani , Calcutta Baptist Mission press, 1827

2: Hindustani English Dictionary, Calcutta Baptist Mission press, 1847

ڈاکٹر درانی لکھتے ہیں کہ پیش لفظ میں مصنف لکھتا ہے کہ اس نے سنسکرت آمیز الفاظ کو شامل نہیں کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لغت صرف ٹیٹھ سنسکرت الفاظ سے پاک ہے۔

کرنل سر ہنری یول

سر ہنری یول اور اُن کی لغت ہابسن جابسن کے بارے میں ''یورپ میں اردو'' میں ایک تفصیلی اور محققانہ مضمون آغا افتخار حسین کا ہے، جسے مناسب تدوین کے بعد پیش کیا جا رہا ہے:

کرنل سر ہنری یول کی ''ہابسن جابسن'' اشتقاق کے نقطۂ نظر سے غالباً اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے بلکہ شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ الفاظ کے ماخذ اور معانی کے ارتقا پر جس انداز سے اس کتاب میں مواد جمع کیا گیا ہے اس کی مثال اردو زبان میں مشکل ہی سے ملے گی۔ اس فرہنگ میں اردو (یا ہندی) وغیرہ کے وہ الفاظ شامل ہیں جو انگریزوں اور دوسری مغربی قوموں کے ہندوستان کے ساتھ تجارتی اور سیاسی روابط کی وجہ سے بعض مغربی زبانوں میں داخل ہوگئے ہیں یا مغربی زبانوں اور اردو (یا ہندی) زبانوں میں آ گئے ہیں۔ ۸۷۰ صفحات کی اس فرہنگ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنفین نے نہ صرف ان الفاظ کے اشتقاق پر اظہار رائے کیا ہے بلکہ سند کے طور پر مغربی اور مشرقی زبانوں کی تحریروں کے حوالے دیے ہیں اور ان کے ساتھ جو تاریخیں دی گئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس تحقیق کے لیے مصنفین نے متعدد زبانوں مثلاً انگریزی، فرانسیسی، پرتگیزی، ولندیزی،

یونانی، عربی، فارسی، سنسکرت وغیرہ کی کوئی دو ہزار سال کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔

یہ فرہنگ ان الفاظ اور محاورات وغیرہ پر مشتمل ہے جو ہندوستان میں انگریزوں کی بول چال میں شامل ہو چکے تھے لیکن مصنفین نے محض ان الفاظ اور محاورات کے مطالب اور محل استعمال ہی بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بیشتر الفاظ پر اشتقاق تاریخ، جغرافیہ وغیرہ کے نقطۂ نظر سے مدلل بحثیں کی گئی ہیں۔

یول لکھتا ہے کہ فرہنگ میں انتظامیہ سے متعلق اچھی تعداد میں الفاظ موجود ہیں۔ ایسے ہی بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن کا تعلق نباتات اور حیوانات سے ہے اور یہ الفاظ ہندوستان سے مغربی زبانوں میں آ گئے ہیں۔ یول نے ان مغربی ماہرین کا ذکر کیا ہے جنھوں نے ان ہندوستانی الفاظ کو سائنسی کتابوں میں استعمال کیا ہے۔ یول نے ایسے الفاظ کی مثالیں بھی دی ہیں جو ہندوستان سے یونان اور روما اور ان تہذیبوں سے متاثر علاقوں میں مروج ہو گئے اور اس طرح ہندوستان کے تہذیبی اثرات یورپ میں دور تک محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

عرب فاتحین اور تجار بہت سے الفاظ باہر سے ہندوستان میں لائے لیکن اسی کے ساتھ بہت سے ہندوستانی الفاظ ایسے ہیں جو عربوں کے بعد کے مغربی فاتحین کو تہذیبی ورثے کے طور پر ملے۔ ایسے الفاظ جو بحیرۂ روم کے ساحلی علاقوں اور متصل ممالک میں مروج ہیں مثلاً: 'بازار'، 'قاضی'، 'حمال'، 'دیوان' وغیرہ۔

سولہویں صدی میں جب پرتگیز ہندوستان کے جنوبی ساحل کے مختلف حصوں پر قابض ہوئے تو ان کی نو آبادیوں کے نتیجے میں ایک ایسی زبان پیدا ہوئی جس میں پرتگیزی اور جنوبی ہند کی زبانوں کی آمیزش تھی۔ یہ زبان عرصے تک ان علاقوں میں آسانی سے سمجھی جاتی تھی اور دیگر مغربی فاتحین نے بھی اس زبان و ک جنوبی ہندوستان میں استعمال کیا۔ اس زبان کے پیدا ہونے سے بھی کئی الفاظ ہندوستان سے مغرب کو برآمد ہوئے۔ یول نے ان الفاظ کی جو مثالیں دی ہیں، ان میں Palanquin, Curry, Mango, Typhon, Monsoon, شامل ہیں۔ یول نے فرہنگ میں ان الفاظ کو ہندوستانی (فارسی، عربی، جنوبی ہندو کی زبانیں وغیرہ) سے مشتق ثابت کیا ہے۔ اسی طرح اس نے ان الفاظ کی مثالیں بھی دی ہیں جو پرتگیزی زبان سے اردو ہندوستانی میں آئے مثلاً بالٹی، تولیہ، صابن، نیلام وغیرہ۔

مقدمے کے بعد کتاب میں بائیس فرہنگوں کی ایک فہرست دی گئی ہے جن میں عام لغات بھی شامل ہیں اور خصوصی استعمال اور فنی اصطلاحات کی فرہنگیں بھی۔

فرہنگوں کی فہرست کے بعد ہند، پرتگیزی زبان کے بارے میں ایک نوٹ ہے جس میں اس کے قواعد اور صوتیات کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ان کتابوں کی فہرست ہے جن کے حوالے فرہنگ کے متن میں دیے گئے ہیں۔ ان کتابوں کی تعداد سات سو دس (۷۱۰) ہے۔ ان میں انگریزی، فارسی، عربی، سنسکرت، فرانسیسی، جرمن، پرتگیزی، ولندیزی اور متعدد دیگر زبانوں کی کتابیں اور رسائل شامل ہیں۔ اس فہرست کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ہندوستان اور اس کی زبان کے بارے میں دنیا کی اتنی زبانوں میں مواد موجود ہے۔

لغت کا نام ہابسن جابسن (یا حسن یا حسین) رکھنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یول کو حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ سے عقیدت ہو گئی ہو کیونکہ یول کے والد نے بھی حضرت علیؓ پر کام کیا تھا۔ (۱۰)

ڈاکٹر فیلن

فیلن نے New Hindustani English Dictionary ۱۸۷۲ء میں تیار کیا۔ تاریخی لحاظ سے یہ لغت نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں چند ایسی خوبیاں ہیں جو اس سے پہلے والی لغات میں نہیں تھیں۔ اس لغت نے آنے والی لغات پر بہت اثر ڈالا۔ اس میں ذخیرۂ الفاظ بھی زیادہ ہے اور الفاظ مختلف طبقات سے لیے گئے ہیں۔ نیز عورتوں کی بول چال کے الفاظ بھی شامل کیے گئے ہیں۔ الفاظ کے معنی بیان کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ایس کے حسینی لغت سے ایک مثال پیش کرتے ہیں:

''ابا۔۔Abba (n)(m) ابو (z)   اَب۔ بابا (Bap (Old p.) (Z+H)

[(n)=اسم (n)= مذکر (Z) ژند (old P)= فارسی قدیم (h) ہندی]

Papa- Father- Baba- Bapu- Bava (H)

آبرو آب Brightress+ رو۔face۔ عزت، کردار، مؤقف

آبرو جگ میں تو جان جائے پشم ہے

آبرو دنیا میں یارو موتی کی سی آب ہے

یہی ہمارے گھر کی آبرو ہے۔ آبرو اتارنا، آبرو بگاڑنا، یا بگاڑ لینا، آبرو خاک میں ملانا، آبرو پیدا کرنا، آبرو پانا، آبرو دینا، آبرو رکھنا، آبرو کا لاگو ہونا، آبرو کے پیچھے پڑنا، آبرو میں بٹا لگنا، آبرو وہیں فرق آنا۔ اس طرح وہ لفظ کے ماخذ، لفظ کے مرکبات، لفظ سے متعلق محاورات وغیرہ قلم بند کرتا ہے، لفظ کے استعمال کے متعلق بھی اشعار اور جملوں سے سند پیش کرتا ہے اور لفظ کی گرامر بھی اس لغت میں ملتی ہے۔(۱۱)

ڈبلیو ایس فیلن نے لغت کے دیباچے میں لکھا ہے۔

The chief features of the present work are the prominence given to the spoken and rustic mother-tongue of the Hindi speaking people of India; the exhibition, for the first time, of the pure, unadulterated language of women; and the illustrations given of the use of words by means of examples selected from the everyday speech of the people, and from their poetry, songs, and proverbs, and other folklore.(۱۲)

مولوی عبدالحق لغت کبیر کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ لغت کی ان سب کتابوں پر فیلن اور پلیٹس کی لغات سبقت لے گئی ہیں۔ فیلن نے یہ خاص اہتمام کیا ہے کہ الفاظ اور محاورات کے استعمال کی سند میں عوام کے گیت، ضرب الامثال اور فقرے اور اساتذہ کے اشعار نقل کیے ہیں۔ لیکن اردو کے ادبی الفاظ کی طرف سے بے اعتنائی برتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عربی فارسی لفظ جو اردو زبان و ادب میں عام طور پر مروج ہیں بہت کم پائے جاتے ہیں۔ ادبی الفاظ خاص اہمیت رکھتے ہیں اور کوئی لغت ان سے

بے نیاز نہیں ہوسکتی۔

فیلن اپنے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ اس نے اس بات کا بغور مشاہدہ کیا کہ اردو زبان مختلف صوبوں میں یا ایک ہی صوبے کے مختلف حصوں میں فرق فرق سے بولی جاتی ہے۔کہیں تلفظ کا فرق ہے تو کہیں تلفظ اور معانی دونوں کا۔فیلن نے ان پڑھ لوگوں کی زبان کو زیادہ صحیح یا حقیقت کے قریب قرار دیا ہے۔لکھتا ہے۔

> Indeed the rustic language must needs be the more true to nature, and therefore, more vivid and expressive, because it is the expression of what an unlettered people have repeatedly themselves seen and felt.(۱۳)

اس طرح تقریباً ہر لفظ کے آٹھ آٹھ دس دس معانی بیان کیے ہیں۔ ہر لفظ کا مطلب بیان کرنے کے ساتھ ان سے متعلقہ محاوروں یا اشعار کو بھی درج کیا ہے۔

پلیٹس

جان ٹی پلیٹس کی "A Dictionary of Urdu, Classical Hindi and English" ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی۔اسے سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، نے بھی ۱۹۸۳ء میں شائع کیا۔پلیٹس نے شیکسپیئر کی لغت سے استفادہ کیا ہے۔اس میں فیلن کی لغت کی اکثر خوبیاں مثلاً الفاظ کا انتخاب، معانی اور گرامر پر توجہ، وغیرہ مل جاتی ہیں۔اس لغت میں اردو الفاظ فارسی، ناگری اور رومن رسم الخط میں ہیں۔کئی الفاظ کا بھی ذخیرہ ملتا ہے اور اس کو آج بھی کارآمد سمجھا جاتا ہے۔مقتدرہ قومی زبان کا سلسلہ ''کتبِ لغت کا تحقیقی ولسانی جائزہ'' جلد اول کے تحت جابر علی سیّد نے اس لغت کا جائزہ لیا ہے۔ذیل میں اسی جائزے کا ابتدائی حصہ تدوین کے بعد پیش کیا جا رہا ہے:

پلیٹس کی لغات فیلن کی کتاب کے مقابلے میں بہت زیادہ ضخیم اور وسیع ہے۔اس نے اردو کے ساتھ ٹھیٹھ ہندی کے لفظ بھی لکھے ہیں اس کے علاوہ فارسی، عربی سنسکرت کے الفاظ کا بھی بہت کافی ذخیرہ ہے جن میں سے اکثر اردو زبان میں مروج ہیں۔الفاظ کے معنوں میں زیادہ تفصیل اور وسعت پائی جاتی ہے اور اکثر الفاظ کے مآخذ اور اصل کا بھی اشارہ کیا ہے لیکن معنی اور استعمال کے لیے سند نہیں دی۔پلیٹس نے فارسی عربی الفاظ کو ناگری رسم الخط میں نہیں لکھا بلکہ صرف ہندی سنسکرت اور پراکرت الفاظ کو ناگری میں درج کیا ہے فارسی عربی الفاظ کو البتہ رومن حروف میں لکھا ہے لیکن ہندی الفاظ کو رومن اور ناگری دونوں رسم الخطوں میں درج کیا ہے اور یہ اضافی خوبی ہے۔پلیٹس کے محاسن بہت ہیں سب سے بڑی خوبی اس میں ہندی پراکرت اور سنسکرت کے الفاظ کا اندراج ہے جو اردو لسانیات، تقابلی اردو صوتیات اور ہندی ادبیات سے معقول واقفیت کا ذریعہ ہے۔۔۔(۱۴)

جارج ابراہیم گریرسن (George Abraham Grierson)

اگرچہ گریرسن لغت نویس نہیں تھا لیکن اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔اُسے ہندوستان کا سب سے بڑا ماہرِ لسانیات کہا جا سکتا ہے۔اُس نے تنِ تنہا وہ کارنامہ سر انجام دیا جو شاید ادارے بھی نہ کر سکتے ہوں۔قوعد اور لغت کی بہت سی

کتابوں کا حوالہ صرف گریرسن سے ہی ملتا ہے۔"Linguistic Survey of India" اُس کا نا قابلِ فراموش کارنامہ ہے۔ اس نے یہ کام ۱۸۹۸ء میں شروع کیا اور ۱۹۲۸ء میں مکمل کیا۔ اس کتاب میں ایک سوانا سی (۱۷۹) زبانوں اور پانچ سو چوالیس (۵۴۴) بولیوں کی لسانیات اور خصوصیات پر مفصل بحث کی ہے۔

گریرسن ۱۸۵۱ء میں پیدا ہوا۔ وہ انڈین سول سروس کا رکن تھا اور ۱۸۷۳ء سے ۱۸۹۸ء تک بنگال پریزیڈنسی میں مختلف عہدوں پر فائز رہا۔ ۱۸۹۴ء میں مستشرقین کی ایک عالمی کانگریس میں شرکت کی اور وہیں اس نے محسوس کیا کہ ہندوستان کی زبانوں کی فہرست ترتیب دینی چاہیے۔ ۱۸۹۸ء میں وہ حکومت کی طرف سے اس کام کے لیے مامور ہوا۔ اسے اس کام کے لیے ۲۰ کلرک بھی دیے گئے۔ لیکن ۱۹۰۳ء میں اس نے پینشن حاصل کی اور انگلستان چلا گیا اور بغیر حکومتی امداد کے اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ کئی یونیورسٹیوں نے گریرسن کو اس کام پر اعزازی ڈگریاں دیں۔ گریرسن کے نزدیک اردو یا ہندوستانی مرکزی گروہ میں شامل ہے اور اس میں اونچی ہندی، اردو، بانگڑہ، برج بھاشا، قنوجی جیسی بولیاں بھی شامل ہیں۔ ڈاکٹر درانی گریرسن کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ایک عام سننے والے کے نزدیک جھانسی اور گورکھپور کے کسانوں کی بولیوں اور لاہور اور امرتسر کی پنجابی میں کوئی فرق نہ ہوگا مگر گریرسن کی باریک بین نگاہوں نے اس فرق کو تلاش کر کے مختلف بولیوں اور زبانوں کے قواعد معلوم کیے۔ ان کا باہمی تعلق دریافت کیا اور تلفظ پوچھ پوچھ کر لکھا۔ حد یہ ہے کہ بعض ایسی بولیوں کا ذکر بھی کر دیا جسے صرف گنتی کے چند افراد بولتے تھے۔ اس نے ہر بولی اور زبان کے ریکارڈ تیار کیے اور نقشے اور جدولیں شامل کیں۔ (۱۵)

اس کا انتقال ۱۹۴۱ء میں ہوا۔

مندرجہ بالا لغت نگاروں کے علاوہ بھی بہت سے اہم نام ہیں جنہوں نے اپنے اپنے لحاظ سے اس شعبے کو ثروت مند بنایا ہے، مثلاً ڈاکٹر فرانسس بالفور، مسٹر جے فرگسن، اوریس ایبل، کارمیکال سمتھ، اے سی ڈیروزیاریو، جے ٹی تھامپسن، ایم ٹی آدم، ژاں تولور، ایڈلف پانز، ہنری ایم، ایلیٹ، ناتھے برائس، ہنری گرانٹ، جے ایچ سٹاک کیلوگ، سی کے اوگڈن، ھازل گرووو، آنون، برتراں، کپتان بوراڈیل، ایچ انڈرس، پاؤلو ماریا ھارمن، فرینکو دیونکل، بلوم ہارٹ، جے ڈبلیو فریل، ایچ بلوک مین، کپتان جوزف ٹیلر، ڈی ایف ایکس ڈائس، ریورنڈ ہوپر، ڈبلیو کی گن، کیپٹن رابرٹ شیڈ ون ڈوبی، ریورنڈ کریون، ریورنڈ ایونگ، کرنل فلپس، ڈبلیو۔ ایل۔ تھابرن، پولاک، چپ مین جی۔ این۔ رینکنگ، وغیرہ۔

حواشی وحوالہ جات

١۔ چغتائی، محمد اکرام، "Fallan's English-Urdu Dictionary"، اردو سائنس بورڈ، لاہور،١٩٨٢ء،ص i

٢۔ نذیر آزاد''اردو لغت نگاری: مستشرقین کا حصہ''، مشمولہ اُردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث، ڈاکٹر رؤف پاریکھ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ٢٠١٠ء،ص ٢٥٣

٣۔ افتخار حسین، آغا،''یورپ میں تحقیقی مطالعے''، مجلسِ ترقی ادب، لاہور، ١٩٦٧ء ص ١٥۔١٣

٤۔ ایضاً،ص ١٢۔١٠

٥۔ ڈاکٹر عطش درانی،''اُردو زبان اور یورپی اہلِ قلم''، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ١٩٨٧ء،ص ٢٣

٦۔ محمد عتیق صدیقی،''گل کرسٹ اور اس کا عہد''، انجمن ترقی اردو، دہلی، طبع دوم، ١٩٧٩ء،ص ٢١۔٢٠

٧۔ ایضاً،ص ٧٠۔٦٩

٨۔ ڈاکٹر مسعود ہاشمی،''اُردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ''، ترقی اردو بیورو، دہلی، ٢٠٠٠ء،ص ٥٦۔٥٥

٩۔ وارث سرہندی، کتبِ لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، (جلد ہفتم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ١٩٩٥ء ص ١٧۔٩

١٠۔ افتخار حسین، آغا،''یورپ میں اُردو''، مرکزی اُردو بورڈ لاہور، ١٩٦٨ء ص ٦٤۔٥٠

١١۔ پروفیسر ایس کے حسینی،''اُردو لغت نویسی اور اہلِ انگلستان''، مشمولا سہ ماہی افکار، برطانیہ میں اُردو نمبر، شمارہ ١٣٣، اپریل ١٩٨١ء،ص ١٦٢۔١٦١

١٢۔ Fallon, S.W, New Hindustani-English Dictionary, Lazarus And Co., Banaras, 1879, p.i

١٣۔ ibid. p. xix

١٤۔ جابر علی سیّد،''کتبِ لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ''، (جلد اول)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ١٩٨٤ء ص ٢١۔١٣

١٥۔ ڈاکٹر عطش درانی،''اُردو زبان اور یورپی اہلِ قلم''، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ١٩٨٧ء ص ٧٥